© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

بعض اوقات ہمارے برادرانِ وطن اسلامی تاریخ کے کسی ایک واقعہ کے متعلق کیسی عجیب و غریب بلکہ مضحکہ انگیز غلط فہمی اور غلط بیانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اربابِ خبر اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ سر جادو ناتھ سرکار ہندوستان کے مشہور مورخ اور مصنف ہیں۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ اور ان کے عہد کا اُن کو ایک ذمہ دار اور مستند و محقق مورخ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فارسی زبان بھی اچھی جانتے ہیں اور ان کے پاس قلمی مخطوطات اور نادر دستاویزات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ لیکن باایں ہمہ ایک موقع پر انھوں نے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فقرہ "کلمۃ الملک عقیم" کا جو سلطان مرحوم نے اپنے ایک فرزند کو لکھا تھا ترجمہ یہ کیا کہ "بادشاہ کا قول بانجھ ہوتا ہے" اور اس پر عالمگیر کے ظلم و ستم اور جبر و استبداد کی ایک عمارت کھڑی کر دی۔ حالانکہ عربی زبان کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہرگز ہو ہی نہیں سکتا۔ کلمہ الگ ہے اور اس کے بعد جو لفظ ہے وہ مَلِک نہیں بلکہ مُلک ہے۔ تو اب معنی یہ ہوئے کہ "مُلک بانجھ ہے" عالمگیرؒ اپنے فرزند سے فرماتے ہیں کہ "تم الملک عقیم" کے مقولہ کو یاد رکھو یعنی سلطنت اسی کو ملتی ہے جو اس کا اہل ہو محض کسی بادشاہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کسی کو سلطنت کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا"

یہ تو خیر پرانی بات ہو گئی۔ اب آئیے آپ کو ایک تازہ "انکشاف" سے روشناس کرائیں۔ سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعۂ شہادت کو کون نہیں جانتا۔ عربی اور فارسی کا کیا ذکر! اردو میں اس واقعہ پر متعدد اور مستند کتابیں موجود ہیں، ایسے مشہور واقعہ کی نسبت اگر کوئی افسانہ گھڑا جائے تو اس پر جتنی بھی حیرت ہو کم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزی اخبار ڈان مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۷ء سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے ایک ہندو پروفیسر نے ایک کتاب لکھی ہے جس پر ایک کالج کے ہندو پرنسپل نے جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے بی۔ اے آنرز ہیں نظر ثانی بھی کی ہے۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کی ٹکسٹ بک کمیٹی کے پاس منظوری کے لئے بھی پہنچ چکی ہے۔ اس میں لائق پروفیسر صاحب واقعۂ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محرم مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تہوار ہے۔ یہ ہر سال حسینؓ کی وفات پر ماتم کرنے کے لئے منایا جاتا ہے۔ جو علیؓ کے بیٹے اور پیغمبر محمدؐ کے بھتیجے تھے۔ ان کی موت ایک ظالم جس کا نام یزید تھا اس کے ہاتھوں نہایت ہی دردناک حالات میں واقع ہوئی۔ یزید دمشق کا بادشاہ اور بڑا ظالم اور شریر تھا۔ دمشق کا خلیفہ بڑا غیر منصف اور طاقتور فرماں روا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو ان حقوق سے محروم کرنا چاہا جو ان کو پیغمبر سے ورثہ میں پہنچے تھے۔ لیکن اس کے بھائی اس کو ایسا نہیں کرنے دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ جنگ ہوا جو دیر تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں پہلے تو حسینؓ کامیاب ہو گئے لیکن جلد ہی تخت پر ایک نیا خلیفہ آگیا۔ اس خلیفہ کے عہدِ حکومت میں حسینؓ کو بڑے بھاری نقصانات برداشت کرنے پڑے اور آخر کار ان کو اپنے بھائی کے ساتھ زندگی کی خاطر بھاگنا پڑا۔ ان کے دشمنوں نے ان کا پیچھا کیا۔ اس لئے ان کو مجبوراً ایک کنوئیں میں پناہ لینی پڑی۔ ان کو کنوئیں میں ٹھہرے ہوئے کچھ دیر ہوئی تھی کہ ان کے دشمن بھی تلاش کرتے کرتے اسی مقام پر پہنچ گئے۔ پہلے پہلے تو دشمنوں کو اس کا شبہ نہیں ہوا کہ مفرور کنوئیں میں پناہ گزیں ہوں گے۔ کیونکہ کنوئیں پر ایک مکڑی نے جالا بن رکھا تھا لیکن جب یہ دشمن وہاں سے چلنے لگے تو انھوں نے دیکھا کہ چند چھپکلیاں کنوئیں کی دیواروں پر اوپر کی جانب دوڑ رہی ہیں۔ یہ دیکھکر ان کو شبہ پیدا ہوا کہ کنوئیں میں کچھ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اس شبہ کی وجہ سے یہ لوگ پیچھے لوٹے اور انھوں نے کنوئیں میں تلاش شروع کر دی۔ یہاں انھوں نے دونوں بھائیوں کو پالیا۔ اور گرفتار کر کے کربلا لے گئے۔ جہاں دونوں کو قتل کر دیا گیا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہے بعینہ اردو ترجمہ کتاب کے اُس انگریزی اقتباس کا جو اخبار ڈان میں شائع ہوا ہے۔ آپ اس کو پڑھیے اور بتایئے کہ کیا طلسم ہوشربا کی اس داستان کا بجز اس کے کہ "یزید دمشق کا بادشاہ تھا اور ظالم تھا" کوئی اور ایک جملہ بھی درست ہے۔ کس قدر افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ آج جبکہ فنِ تاریخ ایک مستقل اور نہایت مرتب و مہذب فن کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ایک مشہور ترین واقعہ کی نسبت بھی اس طرح کی یاوہ گوئی کرنے کی جرأت کی جا سکتی ہے۔

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ایران کے تہذیبی اور ثقافتی مشن کے ایک ممبر نے رابندر ناتھ ٹیگور کے بالمقابل حکیم شرق ڈاکٹر اقبال مرحوم کی نسبت دہلی میں جو الفاظ کہے تھے اور جن کو مسلمانانِ ہند کے واحد ترجمان انگریزی اخبار ڈان نے نہایت جلی عنوان سے نمایاں کر کے شائع کیا تھا۔ ان کو پڑھکر عام مسلمانوں کی طرح رنج اور افسوس تو ہمیں بھی ہوا تھا لیکن حیرت و استعجاب ذرا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان الفاظ کا قائل اقبال کی شاعری کی زبان (فارسی) سے وطنی اور ملکی تعلق رکھنے کے باوصف شانتی نکیتن میں ایک عرصہ تک فارسی کا پروفیسر رہ چکا ہے۔ اس بنا پر اس کا ٹیگور کی شخصیت سے زیادہ متاثر ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ علاوہ بریں اصل چیز یہ ہے کہ اقبال کی حقیقی قدر اسی ملک کے مسلمان کر سکتے ہیں جو محض ڈراموں، افسانوں اور خیالی گیتوں کو پڑھنے اور ان سے لطف اٹھانے کے خوگر نہ ہوں۔ بلکہ جو اسلام کی عالمگیر اخوت انسانی کی دعوت اور اس کے فلسفۂ حیات و قانونِ زندگی سے گہری دلچسپی رکھتے ہوں۔ ان کے برخلاف جو لوگ ایرانیت و تورانیت کی قومی عصبیتوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور جو نسلی امتیاز و برتری۔ اور وطنی تفوق و عظمت کے نشہ سے مخمور ہوں ان کو اس شاعر ملتِ بیضا کا پیغام کیونکر متاثر کر سکتا ہے جس نے کہا تھا

ازاں نمرود با من سرگرانست
بتعمیرِ حرم کوشیدہ ام من

© rasailojaraid.com